دلوں کے مخفی خیالات، عادات اور جذبات کا محاسبہ کرو

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اپریل 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۵﴾ (البقرۃ:285)

پھر فرمایا:

یہ ان آیات میں سے ایک ہے جس کی اکثر تلاوت کی جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بڑی تعداد میں احمدیوں کو یہ آیات یاد ہوں گی۔ اس کے مضمون پر میں بعض دوسرے پہلوؤں سے روشنی پہلے بھی ڈال چکا ہوں لیکن آج خصوصیت سے ایک ایسے مضمون پر روشنی ڈالوں گا جس کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پیش کئے جائیں گے۔ اس میں تین چار ایسی بنیادی چیزیں ہیں جن کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جن کی طرف عموماً لوگوں کا دھیان نہیں جاتا۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ میں اللہ تعالیٰ کی کُلّی ملکیت کا ذکر ہے۔ مَنْ ہی نہیں فرمایا بلکہ مَا فرمایا ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے اور اس میں باشعور چیزیں بھی داخل ہو جاتی ہیں، جو کچھ بھی موجود ہے زمین وآسمان میں وہ سب اللہ کی ملکیت ہے۔ ملکیت کے پہلو سے اس کا سزا دینا

یا بخش دینا، اس پہ کوئی سوال نہیں اُٹھ سکتا لیکن اللہ تعالیٰ خود کوئی کام حکمت سے خالی نہیں فرماتا اس لئے وہ اپنی ملکیت کا استعمال بھی اس رنگ میں فرماتا ہے کہ انسانی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو عین برمحل استعمال ہوگا اور اس میں انصاف کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں گے حالانکہ مالک ہونے کے لحاظ سے وہ جو چاہے کرے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو یا تو ایسا کیوں کرتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے جو قابل توجہ ہے۔

دوسری بات ہے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ سب کچھ اس کا ہے اور ہر چیز اس کے ہونے کی وجہ سے ہر چیز پر اس کی نظر بھی ہے اور چونکہ ہر چیز پر اس کی نظر ہے اس لئے تمہارے لئے بیکار ہے خواہ کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی بات جو چھپی ہوئی ہے وہ چھپی ہوئی نہیں رہے گی وہ بھی اس پر ظاہر ہوگی اور جو تم ظاہر کرتے ہو، ہوسکتا ہے تم غلط ظاہر کر رہے ہو۔ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ جب اپنے نفس کی باتیں ظاہر کرتے ہو تو ضروری تو نہیں کہ سچی باتیں کرتے ہو۔ تو اس پہلو سے دونوں امور پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اس لئے ظاہر کرنا، جھوٹا ہو یا بناوٹ کا ہو، چھپانے کی کوشش کرنا جو اپنے جرائم یا نیتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہو یہ سب بیکار ہے۔ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ جو حقیقت حال ہے جس پر خدا کی نظر ہے اس پہلو سے وہ تمہارا حساب کرے گا اور محاسبہ کرے گا کیونکہ اس سے پہلے ملکیت ہونا ثابت ہے تو ملکیت کے ساتھ جزا سزا کا مضمون بھی داخل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا تم یاد رکھنا تم چھپاؤ یا ظاہر کرو، جو کچھ بھی کرو گے اس کا محاسبہ ہونا ہے۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔ اس محاسبہ میں جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا اسے اس کی سزا دے گا۔ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یہ جو وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے یہ آیت کے آغاز کی طرف دوبارہ اشارہ فرما رہا ہے۔ جب سب کچھ اس کا ہے تو ہر چیز پر قادر بھی ہے لیکن فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ میں ایک اور بھی مضمون بیان ہوگیا ہے، جب محاسبہ کرے گا تو پھر لازماً بخشش یا پکڑ کا تعلق محاسبہ سے ہوگا۔ محاسبہ کے دوران اگر اللہ تعالیٰ یہ معلوم فرمائے گا کہ ایک شخص نے اس محاسبہ سے پہلے خود اپنا محاسبہ کر لیا تھا تو اس محاسبہ کا بنیادی اثر یہ قائم ہوگا کہ اس محاسبہ کے درمیان اگر وہ سچا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے ان لوگوں میں داخل فرمالے گا جن کے ساتھ وہ بخشش کا سلوک فرمائے گا اور اگر اپنے محاسبہ میں لوگ جھوٹے ہیں جیسا کہ بسا اوقات لوگ

اپنے محاسبہ میں جھوٹ سے کام لیتے ہیں حالانکہ کوئی اور نہیں دیکھ رہا ہوتا مگر جب اپنا محاسبہ کرتے ہیں تو بڑی رعایت کرتے ہیں اپنے نفس کی اور کچھ ظاہر کرتے ہیں کچھ چھپاتے ہیں، جس پر اللہ کی نظر ہے۔ تو محاسبہ سے تعلق میں یہ بات قابل غور ہے کہ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ کا تعلق محاسبہ کی حالت سے ہے۔ اگر خدا صحیح محاسبہ فرماتا ہے تو محاسبہ کرنے والوں میں سے کچھ ایسے لوگوں کو پائے گا جو اپنے نفس کا خود حساب کر رہے ہیں۔ اگر وہ خود حساب کر رہے ہیں اللہ کی خاطر تو پھر اللہ تعالیٰ اُن سے نرمی کا سلوک فرمائے گا۔ اگر خود حساب نہیں کر رہے یا کر رہے ہیں تو جھوٹا حساب کر رہے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ سختی فرمائے گا اور یہ مضمون جو ہے:

”حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا۔“

(جامع الترمذی، أبواب صفة القيامة..باب حديث الكيس من دان ---، حدیث نمبر: 2459)

والا مضمون ہے۔ صوفیاء یہ بیان کرتے ہیں حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، اپنا حساب کرلو پیشتر اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔ یہ اس آیت کا منطوق ہے یعنی بنیادی مقاصد جو اس آیت کے بغور تلاوت سے ہمیں حاصل ہوتے ہیں وہ یہ مقاصد ہیں۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن کا اسی مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ فرماتے ہیں:

”اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی۔“

یہ سچا محاسبہ ہے۔ اگر دل اور زبان میں تضاد نہ ہو تو دل شر سے خالی ہے تو زبان بھی شر سے خالی ہونی چاہئے۔ کتنا آسان محاسبہ کا طریق بیان فرما دیا آپؑ نے۔ اپنی زبان پر قابو رکھو، اس پر نگاہ رکھو اگر زبان ہر وقت اُول فول بکتی رہتی ہے، جو دل میں آئے اسے نکال دیتی ہے تو پھر تمہارا یہ کہنا کہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کر رہا ہوں بالکل جھوٹ ہے۔ اگر نفس کا محاسبہ کرو گے تو زبان پر ہمیشہ پاک کلمات آئیں گے، مغلوب الغضب نہیں ہو گے۔ ہر وقت زبان کو آزاد چھوڑ دو اور یہ کہو کہ میں محاسبہ کر رہا ہوں یہ نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ جس سے نرمی کا سلوک فرمائے گا اس کی زبان کو دیکھے گا اور زبان گواہ بن جائے گی اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انسان کے نفس پر گواہ کے طور پر زبان باہر نکال کے دکھائی کہ یہ ٹکڑا زبان کا جو ہے یہ فیصلہ کرے گا حالانکہ زبان سے انسان جھوٹ بھی بولتا ہے لیکن جب جھوٹ

بولتا ہے تو اللہ کو پتا ہے کہ دل میں بھی جھوٹ ہے، یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ زبان سے جو کچھ بھی کہے آپ اس کو مان جائیں۔ محاسبہ کرنے والا انسان نہیں، اللہ ہے۔ پس زبان سے اگر وہ جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تو سب کچھ ہے مگر اس بات کو اللہ تعالیٰ گویا نوٹ کر لیتا ہے کہ زبان جھوٹی ہے تو دل بھی جھوٹا ہے۔ پس یہ معنی ہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ:

”تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔“

جب دل شر سے خالی ہو تو آنکھ بھی شر سے خالی ہوگی اور سارے اعضاء شر سے خالی ہو جائیں گے کیونکہ دل میں نیتیں پلتی ہیں۔ اگر بھلائی کی نیتیں ہیں تو سارا وجود بھلا ہو جائے گا۔ اگر شر کی نیتیں ہیں تو سارا وجود شر سے بھر جائے گا۔ تو بظاہر ایک اجنبی سی بات تھی کہ ہم کیسے معلوم کریں گے مشکل مسئلہ نظر آتا تھا کہ ہم کیسے معلوم کریں گے کہ ہم نے اپنے نفس کا صحیح محاسبہ کیا ہے۔ اس مضمون کو اتنا سادہ، اتنا آسان بیان کر دیا ہے کہ کوئی تھوڑی سے تھوڑی عقل والا بھی اس مضمون کی تہہ تک پہنچے بغیر رہ نہیں سکتا۔ کھلا کھلا واضح مضمون ہے۔ ”نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔“ اب اس مضمون کو سمجھ کر جو پہلے گزرا ہے اس پر غور کریں۔

”نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔“

پس یہ نہ سمجھو کہ آغاز چھوٹا سا ہے۔ اگر آغاز نور کا آغاز ہے تو وہ بھی پھیلے گا اور اگر آغاز اندھیرے کا آغاز ہے تو وہ بھی پھیلے گا۔

”سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے۔“

یہ ہے محاسبہ، ہر وقت نظر کہ کوئی کیڑا تو نہیں لگ رہا۔ ایک پہلو پڑے پڑے کہیں میرا دل گلنے سڑنے تو نہیں لگ گیا یعنی میں اس سے غافل رہا، میں سمجھا کہ اب بالکل ٹھیک ہے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ دیکھا تو ایک بیماری لگ گئی تھی، پھپھوندی لگ گئی تھی تو مثال بھی بہت پیاری دی ہے۔

”سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔“

یہ یاد رکھو کہ اگر نیتوں میں فساد شروع ہو جائے تو یہ جیسے پان کو کوئی بیماری لگے اگر کاٹ کے پھینکا نہ جائے تو وہ فساد ضرور آگے بڑھے گا۔ چنانچہ پنواڑیے جو پان کا کاروبار کرتے ہیں وہ بھی اور عورتیں بھی جن کو عادت ہوتی ہے وہ ہر وقت اپنے پان کو دیکھتی رہتی ہیں، کسی کنارے سے کوئی چیز پھپھوندی لگی ہو تو قینچی سے کاٹ کے الگ پھینک دیتی ہیں اور اگر نہ پھینکیں گی تو سارا پان گندہ ہو جائے گا۔ تو ایسی اعلیٰ مثال دی ہے کہ اس پر غور کرنا بھی ہر کس و ناکس کے لئے آسان ہے۔ ’’اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔‘‘ اب نیتوں میں جو فتور آتے ہیں ان پر اگر نظر ہو تو اس فتور کو وہیں سے قینچی کے ساتھ کاٹ دینا چاہئے۔ اپنے دل میں نہیں پالنا اس کو باہر پھینک دو۔

’’اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو۔‘‘

(ازالہ اوہام حصّہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ: 547، 548)

اب اس میں کئی باتیں بیان فرمائی ہیں وہ ایک ایک بات کھول کر آپ کے سامنے رکھنے والی ہے۔ ’’تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات۔‘‘ دل کے خیالات تو مخفی ہی ہوتے ہیں پھر مخفی خیالات سے کیا مراد ہے؟ مراد ہے تمہاری نظر سے مخفی۔ اتنی ہوشیاری کی ضرورت ہے کہ غور سے دیکھو گے تو پھر سمجھ آئے گی ورنہ تمہاری اپنی نظر سے مخفی خیالات پلتے رہیں گے اور تمہیں خبر تک نہیں ہوگی۔ پس فرمایا کہ ’’مخفی خیالات اور مخفی عادات۔‘‘ انسان کے اندر بہت سی ایسی بدعادات راہ پا جاتی ہیں کہ اسے پتا بھی نہیں لگتا۔ وہ عادی ہو جاتا ہے اور اتنا عادی بن جاتا ہے کہ وہ ہر روز وہی کام کر رہا ہے اور اسے خیال تک نہیں آتا کہ میں یہ کام کر رہا ہوں بلکہ اگر اس کو پکڑا جائے تو بڑے غصہ سے ردّ عمل دکھائے گا کہ توبہ توبہ میں تو کبھی قریب نہیں آیا ایسی بات کے حالانکہ ہر وقت وہی کام کرتا ہے۔

قادیان میں ایک بزرگ ہوا کرتے تھے ان کو بھی اسی قسم کی عادت پڑ گئی تھی۔ ان کا اب نام لینے کی ضرورت نہیں مگر ان کا لطیفہ اکثر بیان ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری یہ عادت ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کرو تو انہوں نے توبہ توبہ کی، استغفر اللہ میں تو قریب نہیں پھٹکا کبھی اس کے اور لوگ بھی پھر دیکھا دیکھی اُن سے پوچھا کرتے تھے تو بڑے بڑے پھکڑ تولتے تھے اور کہہ یہ رہے ہوتے تھے کہ میں بالکل گالی نہیں دیتا، بالکل گندی زبان استعمال نہیں کرتا اور جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کرتے ہیں تو کہتے تھے لعنت پڑے اس پر،

میں نے ایسا خبیث، گندہ آدمی دیکھا ہی نہیں اور جو جو کہتے تھے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں، میں تو ایسی باتوں کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ: 329، خطبہ جمعہ مؤرخہ 30 جولائی 1937ء)

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے ساری جماعت کو جگا رہے ہیں۔ تم بیدار نہیں ہوگے تو تمہاری عادات ساری زندگی تمہارے ساتھ لگی رہیں گی اور یہ ''مخفی عادات'' لوگوں سے نہیں اپنے آپ سے مخفی ہیں۔ پس یہ ہے ایک حکیم حاذق جو روحانیات کا معالج ہے کس طرح کلام کرتا ہے۔ ''مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات۔'' جذبات بھی مخفی ہوتے ہیں جو باہر کی نظر سے تو مخفی ہوں گے ہی لیکن بسا اوقات اپنے جذبات اپنی نظر سے بھی مخفی ہو جاتے ہیں۔ کئی قسم کے جذبے اٹھتے ہیں چیزوں کو دیکھ کر۔ حرص پیدا ہوتی ہے، حسد پیدا ہوتا ہے، ناجائز اپنانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور انسان کو پتا نہیں چلتا کہ میرے دل میں مخفی جذبات ایسے ہیں جو میری نظر سے مخفی ہیں۔ ان کا نوٹس نہیں لیتا اور یہ ساری باتیں جس کو انگریزی میں کہتے ہیں نوٹس لینا، نوٹس لینے کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خوب کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں۔

''اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو۔'' اب لفظ ''ملکات'' میں تمام انسانی صلاحیتیں آ جاتی ہیں جس کو Potentials کہتے ہیں فرمایا تمہارے ملکات یعنی تمہاری جتنی بھی طاقتیں کسی نہ کسی رنگ میں تمہیں عطا ہوئی ہیں ان تمام طاقتوں پر نظر رکھو ہر ایک کے متعلق خطرہ ہے کہ جس حالت پر تم نظر نہیں کرو گے اسے پھپھوندی لگ جائے اور انسان کی بے شمار اندرونی حالتیں ہیں جو ایک لفظ ملکات میں کلیۃً بیان ہو گئیں۔ تمام انسانی صفات، خواہشات، تمام تمنائیں کسی نہ کسی دل کے جذبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ان سب پر نظر رکھنی ہوگی جہاں بھی تمہارے ملکات میں کسی جگہ کسی خرابی کے آثار پائے جائیں گے تمہیں اس کو کاٹ کر الگ پھینکنا ہوگا۔

> ''اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو رڈی پاؤ۔ (پھر وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو صاف نظر آ جائے گا کہ کیا چیز رڈی ہے اور کون سی اچھی ہے) اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔''

عجیب فصاحت و بلاغت کا کمال ہے۔ ایسا عظیم کلام کہیں دیکھنے میں نہیں ملتا۔ فرمایا کاٹو، کاٹو، کاٹو اگر نہیں کاٹو گے تو یہ چیزیں پھیل جائیں گی یہاں تک کہ تم اس طرح کاٹے جاؤ گے جس طرح پتہ کاٹ

کے الگ پھینک دیا جائے۔ اب وہ ملکات کون سے ہیں اور کتنے پھیلے ہوئے ہیں۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں جب میں بیان کروں گا تو بعض وقت ڈر کے مارے جان نکلے گی، اتنا مشکل کام۔ ابھی تک تو آسان تھا لیکن سلوک کی راہیں چلنے کے بعد مشکل ہوتی جاتی ہیں اور ایک فقرہ میں جس مضمون کو آپ نے سمویا ہے اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر یک عضو اور ہر یک قوت اور ہر یک وضع اور ہر یک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر یک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری (تیار) کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو۔''

(ازالہ اوہام حصّہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ: 548)

پانچ سو ڈش لگائے گئے ہیں اور جو پانچ سو ڈش ہیں ان میں سے ہر ایک کا ہمارے کسی ملکہ سے، کسی اندرونی جذبہ سے، کسی اندرونی صفت سے تعلق ہے اور ایسی پانچ سو انسان کی حالتیں ہیں جن کی تفصیل بیان کئے بغیر ایک فقرہ استعمال فرمایا جس میں دراصل یہ ساری تفصیل بیان ہوگئی ہے۔

اب میں دوبارہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ''تمہارے ہر یک عضو اور ہر یک قوت۔'' اور ہر عضو میں ہاتھ پاؤں وغیرہ ہر قسم کے اعضاء انگلیاں تک، ناخن تک، زبان، آنکھ، کان، ناک ہر چیز اعضاء میں داخل ہے اور اعضاء کے سب حصے بھی اعضاء میں داخل ہیں۔ تو فرمایا یہ جو دعوت ہے پانچ سو حکموں کی یہ تمام اعضاء کے لئے دعوت تیار ہوئی ہے۔ اور ہر قوت جو انسان کے اندر پائی جاتی ہے اور قوتیں انسان کی الگ الگ ہیں۔ کوئی کمزور ہے کوئی طاقتور ہے کسی کو بعض قوتیں ملتی ہیں بعض نہیں ملتیں۔ مثلاً جو اندھے ہیں ان کو بینائی کی قوت نہیں ملتی تو فرمایا جو قوت بھی تمہارے اندر پائی جاتی ہے۔ ''اور ہر یک وضع اور ہر یک حالت۔'' اب وضع قطع انسان کی مختلف ہوتی ہے۔ ہر شخص کی اپنی ایک وضع قطع ہے تو ہر مختلف انسان کی جو مختلف وضع ہے اس کو بھی نظر میں رکھنا۔ ''اور ہر یک حالت۔'' انسان کی حالتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں تو جب تک ہمہ وقت نظر نہ ہو ہر حالت پر نظر ہو ہی نہیں سکتی، ''اور ہر ایک عمر۔'' اب چھوٹوں کے حالات اور ہیں بڑوں کے اور ہیں، بچوں کے اور، اور بوڑھوں کے اور۔

تو ہر عمر میں انسان کے محاسبے کے تقاضے بدلتے جاتے ہیں اور اس کے نفس کی کیفیتیں بدلتی رہتی ہیں۔ تو لمحہ لمحہ اگر عمر کا حساب لگاؤ تو لازم ہے کہ ہر عمر کے لئے احکام الگ الگ ہونے چاہئیں اور یہی قرآن کریم میں ملتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت ماں باپ کو کیا کرنا چاہئے، بچے کی پیدائش سے پہلے ماں باپ کو کیا کرنا چاہئے۔ جب وہ ان کے ہاں پلتا ہے تو کیا تقاضے ہیں جو انہوں نے پورے کرنے ہیں۔ پھر جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو خود اس کے اپنے تقاضوں پر نگاہ رکھنی چاہئے کہ میرے لئے خدا تعالیٰ نے کیا سامان کیا ہے۔ میں نوجوان ہوں، ایسی عمر میں داخل ہوا ہوں جس میں کھیلنا، کودنا یہ ساری چیزیں میرے جذبات سے تعلق رکھتی ہیں کس حد تک مجھے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔ اگر احکام نہیں ہوں گے تو ڈھالے گا کیسے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں قرآنی شریعت میں بچپن سے لے کر لڑکپن کے زمانہ کے احکامات بھی ہیں اور جب شعور میں انسان داخل ہو رہا ہوتا ہے اس کے متعلق بھی احکامات ہیں۔ آپ کو قرآن کریم پڑھتے ہوئے وہ دکھائی دیں یا نہ دیں اگر آپ غور سے پڑھیں گے تو آپ کو لازماً دکھائی دیں گے۔ ہر عمر کے متعلق قرآن کریم کے احکامات ہیں پھر وہ پوری جوانی تک پہنچتا ہے اس کے متعلق تمام احکامات موجود ہیں۔ تو نظر کے تقاضے اگرچہ پہلے بیان ہو چکے ہیں مگر عمر کے تعلق میں نظر کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ بچے کی نظر کے تقاضے اور ہیں جوان کی نظر کے تقاضے اور ہیں، بڈھے کی نظر کے تقاضے اور ہیں۔ تو جو پانچ سو احکامات ہیں انہوں نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

پھر ''اور ہر یک مرتبہ فہم۔'' اب ہر شخص کا دماغ الگ الگ ہے اور وہ اپنے دماغ کی حالت کے مطابق محاسبے کے لائق ٹھہرایا جائے گا۔ چنانچہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کے آگے یہی مضمون بیان ہوا ہے، کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرة: 287) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس چیز کو بھی نہیں چھوڑا۔ ''ہر یک مرتبہ فہم۔'' ایک بیچارہ پاگل سا آدمی ہے مگر کچھ نہ کچھ فہم رکھتا ہے۔ جتنا فہم رکھے گا اس کا محاسبہ اسی کے مطابق ہوگا اس کے فہم سے بڑھ کر نہیں ہوگا اور اس کے فہم کے مطابق بھی قرآن کے احکامات ہیں۔ جتنی اس کو ہوش ہے اس حد تک وہ جوابدہ ہے اس سے زیادہ نہیں۔

''اور (ہر) مرتبہ فطرت۔'' اب فطرت تو ایک ہی ہے تمام بنی نوع انسان کی ایک ہی فطرت ہے

مگر چونکہ فطرت کے تقاضے تبدیل کر دئے جاتے ہیں ماں باپ کی طرف سے، معاشرہ کی طرف سے
''فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ۔''

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، حدیث نمبر:1385)

کا مضمون ہے، اس لئے کوئی کہہ سکتا ہے فطرت تو ایک ہی ہے۔ مگر فطرت کو بیرونی اثرات تبدیل کرتے رہتے ہیں اس لئے ہم بعض لوگوں کے متعلق کہتے ہیں بڑا بدفطرت ہے حالانکہ بدفطرت تو کوئی بھی نہیں سب اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے اوپر بنائی گئی ہے مگر اگر اس فطرت کو بدبنا دیا جائے تو اس کی عادات یوں لگتا ہے جیسے اس کی فطرت کی آواز ہے۔ جب کہتے ہیں بڑا بدذات ہے تو اس سے عام ذات مراد نہیں ہوتی یہی فطرت کے تقاضے مراد ہیں کہ اس نے فطرت کو اتنا گندہ کر لیا ہے کہ کمینی ذات بن گئی ہے اس کی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس طرف بھی نظر رکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ہر ''مرتبہ فطرت۔''

''اور (ہر) مرتبہ سلوک۔'' سلوک اس رستہ کو کہتے ہیں جو خدا کی راہ میں اختیار کیا جاتا ہے اور ہر ایک سلوک اگرچہ خدا ہی کی طرف لے کے جاتا ہے مگر چلنے والے کا فرق ہے۔ چلنے والے کے قدم خدا کی راہ میں بعینہٖ یکساں نہیں اٹھتے اس کے بھی مرتبے الگ الگ ہیں۔ اب دیکھیں صراط مستقیم میں سب سے آگے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اتنا لمبا جلوس ہے کہ اربہا ارب انسان پیچھے چل رہے ہیں اور ہر چلنے والا اگرچہ پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کر رہا ہے مگر اس کا مرتبہ سلوک الگ ہے اور اس کے درمیان لامتناہی مراتب پھیلے ہوئے ہیں۔ فرمایا سلوک سے یہ نہ سمجھو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر رہے ہو اگر غور کرو گے تو اس پیروی میں بے انتہا گنجائش ملے گی اور جتنی زیادہ گنجائش پاؤ گے اتنا ہی تمہارا مرتبہ اور تمہارا درجہ بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

اور پھر ''مرتبہ انفراد اور اجتماع'' یعنی انفرادی طور پر کچھ تقاضے ہیں، کچھ قومی طور پر تقاضے ہیں۔

اب جماعت احمدیہ اس کو اچھی طرح سمجھتی ہے کہ ساری دُنیا میں جماعت ایک مٹھی کی طرح اکٹھی ہو چکی ہے لیکن اس اجتماعیت کے کچھ تقاضے ہیں جو ہمیں پورے کرنے ہیں اور کچھ فرداً فرداً ہر ایک کے اپنے تقاضے ہیں۔ تو خلاصہ آخر یہ یہی نکلا کہ مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ اب جس کو ہم پابندی سمجھ رہے تھے کہ یہ نہ کرو، یہ کرو۔ وہ دراصل ان تمام حالتوں

کے لئے ایک روحانی دعوت ہے جس کو کھائے بغیر یہ حالتیں ترقی نہیں کرسکتیں بلکہ زندہ نہیں رہ سکتیں، نور کی بجائے اندھیرے میں داخل ہو جائیں گے۔ پس احکام الٰہی کی تفصیل سن کر یا اس کی تعداد کا ذکر سن کر جو دل میں ہول اٹھتا ہے کہ ہم کیسے کریں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس میں لذت پا رہے ہیں۔ کہتے ہیں بڑا زبردست دسترخوان بچھایا گیا ہے اور جس پلیٹ سے کھائیں گے ہمارے اعضاء ہماری صلاحیتوں کے کسی نہ کسی حصّہ کو وہ کھانا فائدہ پہنچائے گا۔ اس لحاظ سے فرماتے ہیں:

”دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔“

اب کھانے کی خواہش تو ہر ایک دل میں ہوتی ہے مگر اعمال کو شریعت کے مطابق بجالانے سے ڈر لگتا ہے لیکن جیسے ہر کھانا کوئی نہ کوئی تاثیر کسی نہ کسی حصہ جسم پر رکھتا ہے۔ بعض کھانوں کی تاثیر آنکھ پر پڑتی ہے، بعض کی ناک پر، بعض کی اور صلاحیتوں پر۔ اس لئے کسی ایک کھانے سے ساری انسانی ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے اگر یہ خیال کرلو کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں بہت کافی ہے لیکن نماز کے اندر بھی تو بے شمار مضامین ہیں، یا ہم سچ بولتے ہیں تو بہت کافی ہے۔ اتنی تفصیل سے یہ کھانے تیار کئے گئے ہیں اور اتنی حکمت سے کہ ہر ایک کی ایک تاثیر ہے اور ہر تاثیر کسی نہ کسی حصّہ بدن یا حصّہ روح پر پڑ رہی ہے۔ فرماتے ہیں:

”سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔“

يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ کا یہ مضمون ہے کہ وہ مالک تھا جس نے ساری صلاحیتیں عطا کیں اس نے ہر ایک کا حساب لینا ہے۔ فرمایا: ”عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔“ اب مواخذہ کے لائق تو ہوگا مگر مواخذہ کیا جائے گا کہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کا جواب اللہ بیان فرما چکا ہے۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔ پس اگر کوئی انسان بے باکی اور جرأت سے کسی حکم کو ٹالتا ہے تو بعید نہیں کہ اللہ اس کا مواخذہ فرمائے اور اگر کمزوری کی وجہ سے کسی حکم کو ٹالتا ہے تو اس کا نقصان تو اس حصّۂ بدن کو ضرور پہنچے گا یا اس حصّۂ روح کو ضرور پہنچے گا جس کی تقویت کے لئے غذا مقرر کی گئی تھی یہ ایک طبعی نتیجہ ہے جو لازماً خود بخود نکلے گا۔ اس لئے یہ خیال دل میں نہ لاؤ کہ مغفرت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ہمیں

ضرورت نہیں۔ مغفرت کا اور مطلب ہے اور ضرورت کا اور مطلب ہے۔

اب ایک شخص کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ اس کو چھوڑ دیں، اس کے نتیجہ میں وہ عام کھانا کھا رہا ہے مگر اس کی ایک ٹانگ سوکھ گئی ہے جس کا مطلب ہے ٹانگ کے لئے جو غذا مقرر تھی وہ اسے نہیں پہنچ رہی۔ تو جس کی ٹانگ بیچارہ کی سوکھ جائے اب اس کو سوٹیاں تو نہیں مارتے اگر اس کا قصور نہ ہو مگر یہ نہیں کہہ سکتے اس کا نقصان کوئی نہیں۔ جو غذا نہیں پہنچے گی اس کا نقصان ضرور ہوگا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں فرما رہے ہیں لائق مواخذہ ہوتا ہے۔ مواخذہ کس نتیجہ پر پہنچے گا یہ اللہ جانتا ہے لیکن اس کے مواخذہ کا یہ مطلب نہیں کہ اگر بخش دیا جائے تو ٹانگ کی کمزوری دور ہو جائے گی۔ اگر بخش دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ وہ نہیں دوڑ سکا، لنگڑا بے چارہ، اس لئے دوڑ میں شامل ہوا مگر تھوڑا چلا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے مغفرت کا سلوک فرمائے گا اور اس کا امتحان تھوڑے عرصہ میں مکمل ہو جائے گا جیسے بچوں کی ریس Race ہوا کرتی ہے بڑوں کے ساتھ تو بچوں کے لئے پہلے منزل لگا دیا کرتے ہیں بڑوں کے لئے آگے لگا دیتے ہیں۔ Handicap جو ہیں ان کے نشان الگ الگ لگتے ہیں۔ تو یہ مضمون ہے کہ خدا تعالیٰ نے Handicap کا بھی خیال رکھا ہوا ہے مگر ان Handicap کا جو ذمہ دار نہیں ہیں جنہوں نے بالا رادہ شرارت کی راہ سے نعمتوں کا انکار نہیں کیا۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے گا۔ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور جنہوں نے جان بوجھ کر نعمت کا انکار کیا اور اس کے نتیجہ میں ان کے اعضاء سوکھے ہیں تو اس کی ساری ذمہ داری ان پر پڑے گی اور پھر وہ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

> ”اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوٴا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا۔“

مسکینی کے ساتھ قرآن کریم کا جوٴا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے قرآن کا بار تمہاری گردن پر آنا چاہئے جیسے بیلوں پر جوٴا ڈالا جاتا ہے تو جس چیز کو وہ کھینچتے ہیں تمام تر بوجھ انہی پر پڑتا ہے تو مسکینی کے ساتھ جیسے بیل اپنی گردن آگے رکھ دیتا ہے اور اس پر جوٴا ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر بیل بیل کی الگ الگ حالت ہوتی ہے کچھ بیچارے کمزور ہوتے ہیں وہ تھوڑا تھوڑا چلتے ہیں لیکن سارا بوجھ ضرور اٹھاتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی بوجھ کوئی اور اٹھا لے۔ اپنی گاڑی خود ہی کھینچنی پڑتی

ہے، کچھ بیل جو قوی ہیں بڑی قوت کے ساتھ تیز دوڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ آدھا جؤا اُٹھاؤ۔ آدھے جؤا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ پس اپنی گردنیں مسکینی کے ساتھ آگے کردو اور سارا بارِ شریعت اٹھانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کردو پھر جو کمزوریاں ہیں ان پر اللہ نظر فرمائے گا اور جس کمزوری سے صرف نظر فرمانا چاہے یا بخشش فرمانا چاہے وہ مَنْ يَّشَآءُ جس کی کمزوری چاہے دور فرمائے گا یا اس سے رحمت کا سلوک فرمائے گا۔

''دین العجائز اختیار کرو۔'' دین العجائز کیا ہوتا ہے؟ عجائز بڑی بوڑھیوں کو کہتے ہیں ایسی بڑی بوڑھیاں جو ہمارے معاشرہ میں اس طرح ملتی ہیں کہ وہ سادہ دل ہوتی ہیں اور ان کے اندر کوئی شر نہیں ہوتا جو کام کہا جائے وہ بِسۡمِ اللّٰہ کہہ کے اس پہ چل پڑتی ہیں۔ ایسی بڑی بوڑھیوں کا زمانہ میرا خیال ہے بہت پہلے گزر چکا ہے اب کم کم دکھائی دیتی ہیں۔ آج کل تو جتنی بوڑھیاں ہیں اتنی شریر اور وہ فساد کا سوچتی رہتی ہیں، مگر پھر بھی ملتی ہیں غریبوں میں ملتی ہیں، سادہ لوح لوگوں میں ملتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کو ان کی مثال دکھا رہے ہیں کہ اپنے نفس کے لئے بڑی بوڑھیوں کو جن کو عجائز کہا جاتا ہے ان کا دین اختیار کرو۔ ان کا دین سیدھا سادا یہی ہے کوئی بات کہیں ان سے بی بی مائی! یہ کام کرو اچھی چیز ہے، بہت اچھا جی میں اب یہی کروں گی۔ سیدھا اعتبار کرتی ہیں۔ اب لوگوں کا اعتبار جو کرتی ہیں وہ دھوکے میں بھی آسکتی ہیں لوگ دھوکے باز ہیں مگر اللہ تو دھوکے باز نہیں۔ جب اللہ کہے کہ یہ کام کرو تو عجائز سے ان کا یہ سلیقہ سیکھو کہ وہ اپنا سر تسلیم خم کر دیتی ہیں بڑی سادگی کے ساتھ، بڑی پاکیزگی کے ساتھ۔ ان کے ساتھ تو شرارت ہوسکتی ہے مگر تمہارے ساتھ شرارت نہیں ہوسکتی کیونکہ حکم دینے والا اللہ ہے جو ربّ العالمین ہے، جو تمام ہدایت کا منبع ہے۔ پس اس پہلو سے فرمایا کہ دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ مسکینی کی حالت میں۔ ''کہ شریر ہلاک ہوگا۔'' اب لمبے فقرہ کو چھوٹا کر دیا ہے۔ یاد رکھنا مسکینی میں بھی کوئی شرارت نہ ہو، شریر ہلاک ہوگا۔ تمہاری مسکینیاں لوگوں کے سامنے تو ہوسکتی ہیں یعنی جھوٹی مسکینیاں لیکن اللہ کے سامنے نہیں ہوسکتیں اس لئے تمہاری مسکینی میں بھی اگر خدا شر کا پہلو دیکھے گا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

’’اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔‘‘

اصل چیز سرکشی ہے۔ دعا کے ذریعہ مدد مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی سرکشی سے نجات بخشے۔ جب انسان سر خدا کے سامنے اٹھاتا ہے یا کسی نیک کام کے مقابل پر کوئی باغیانہ رویہ اختیار کرتا ہے تو اسے سرکشی کہتے ہیں اور یہ روزمرّہ کی باتیں ہیں اس کو زیادہ تفصیل میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، آپ سب جانتے ہیں کہ جب تک مرضی کے مطابق باتیں ہوتی رہیں، انسان مسکینی کی حالت میں دکھائی دیتا ہے جہاں مرضی کے خلاف حکم ہوا وہیں سر اٹھا۔ ہم نہیں جانتے ایسے نظام کو، ہم نہیں جانتے کس کا حکم ہے۔ کون ہم پر حکومت کرسکتا ہے۔ ہم کریں گے اپنے اوپر حکومت حالانکہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کے پانچ سو احکامات میں سے ہی ایک حکم تھا۔ اب اس میں کہنے والے کی ملکیت نہیں بلکہ جس نے یعنی خدا تعالیٰ نے اسے فرمایا یا خدا تعالیٰ کے حکم کی خاطر وہ آگے اس نے دوسرے کو بظاہر حکم دیا ہے یا منت سماجت کی ہے یا پھر درخواست کی ہے جو کچھ بھی کہہ لیں اس کا انکار کرنے والا اس شخص کا انکار نہیں کرتا بلکہ اس اللہ کا انکار کرتا ہے جو مالک ہے اور دیکھنا صرف یہ چاہئے کہ یہ حکم اپنی ذات میں ان پانچ سو میں داخل ہے کہ نہیں ہے۔ بڑی آسان پہچان ہے، ہر فطرت جانتی ہے، ہر انسان کی فطرت جانتی ہے کہ یہ احکامات پانچ سو احکامات میں داخل ہیں کہ نہیں کیونکہ خدا کی طرف سے جو بھی حکم آئے گا وہ اچھا ہوگا اپنے فائدہ میں ہوگا۔ تو عجیب احمق لوگ ہیں کہ اپنے فائدہ کی بات جب مرضی کے خلاف پاتے ہیں اور شر میں فائدہ دیکھتے ہیں، خیر میں نہیں تو سر اُٹھا لیتے ہیں۔ یہ ان کے لئے حکم ہے کہ یاد رکھو شریر ہلاک کیا جائے گا۔ اپنے شر پر نظر رکھنا، اگر شر ہے تو لازماً تمہیں جہنم کے گڑھے میں دھکیل دے گا۔ فرمایا:

’’دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو۔‘‘

یہی بات ہے جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ دُنیا کی خوشحالی جس حکم سے تعلق رکھتی ہو اگر صرف اسی کو مانو گے اور بسا اوقات لوگ ایسا ہی حکم مانتے ہیں جو ان کی دنیا کی خوشحالی کے لئے مفید ہو، دوسرے حکموں کو ردّ کر دیتے ہیں۔ تو فرمایا ’’دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو۔‘‘ اب ایک نمازی بظاہر نمازیں پڑھ رہا ہے جیسا کہ میں نے کہا تھا نماز کے اندر ساری نیکیاں آجاتی ہیں مگر اگر عبادت کا منشا یہ ہو کہ ہم ہی حاصل کرتے رہیں اللہ سے اور دُنیا کی خوشحالیاں نصیب ہوں تو

ساری عبادت ہی ضائع جائے گی اس کا کوڑی کا بھی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

”ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے۔“

یعنی اس نے غرق ہونا ہی ہونا ہے جو یہ خیال لے کے آگے بڑھتا ہے کہ میں وہی مانوں گا جس کو میں اپنے فائدہ میں سمجھوں گا اور وہ دُنیا کی خوشحالی ہوگی تو فرمایا ایسے شخص کو چھوڑا نہیں جائے گا چلتے چلتے ایک دم دھڑام سے ایک گڑھے میں جا پڑے گا اور وہی ابتلا کا گڑھا ہوا کرتا ہے۔ کسی کے لئے آج درپیش ہوا کسی کے لئے کل ہوگا۔ غرض یہ کہ تمام نظام جماعت پر نظر ڈال کر آپ دیکھ لیں ایسے شخص کسی نہ کسی جگہ گڑھے میں غرق ہوجاتے ہیں پھر وہ کاٹے جاتے ہیں اور وہی گڑھا جہنم کا گڑھا بنتا ہے۔

”بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔“

جو خالق ہے اس نے تمہیں بنایا اس طرز پر ہے کہ پرستش اس بنانے والے کا حق بن جاتا ہے۔ ہر چیز جو انسان بناتا ہے اس پر وہ حق رکھتا ہے۔ ایک کمپیوٹر بنانے والا کمپیوٹر پر ایک حق رکھتا ہے اور اگر وہ ٹھیک بنائے تو لازماً حکم مانے گا اس کا۔ ایک ہوائی جہاز بنانے والا، ایک بہت عظیم الشان پُل بنانے والا، ایک مینار بنانے والا جب بھی بناتا ہے تو اس عمارت یا اس مشین یا اس جہاز وغیرہ کی ایک ایک کَل اس کے تابع فرمان ہوتی ہے۔ جہاں اطاعت سے منہ موڑے گی وہاں اپنی ہلاکت کے سامان کرے گی۔ بعض دفعہ بہت بڑے بڑے خطرناک حادثے ہوتے ہیں اور خوب چھان بین کے بعد پتا چلتا ہے کہ ایک چھوٹا سا پرزہ اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔ تو دیکھیں پانچ سوا حکامات کی اہمیت کتنی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہر خالق اپنے مخلوق پر حق رکھتا ہے اور اس حق کی خاطر اس کی پرستش کرو کیونکہ اگر حق سے روگردانی ہوئی تو ہوسکتا ہے چھوٹی سے چھوٹی روگردانی کے نتیجہ میں بھی تم ایک ہولناک حادثے کا شکار ہو جاؤ اور اس مضمون پر باریک نظر نہ رکھنے کے نتیجہ میں بہت بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جن کی ساری عمر بظاہر نیکی کی کمائی میں خرچ ہوگئی آخر بد انجام کو پہنچے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو راہ کی ہر چیز دکھادی۔ ایک ایک قدم، ایک ایک ٹھوکر کی نشاندہی فرمادی ہے۔ ہر چیز پر اتنی روشنی ڈالی ہے کہ اس کے بعد اگر ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو بڑی بد قسمتی ہوگی۔

”پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہئے (کہ) پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جاوے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ

جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔“

(ازالہ اوہام حصّہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ: 548)

پس اس مضمون کو فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ پر جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم فرما دیا۔ مَنْ يَّشَآءُ میں راضی ہونا ہے باقی بحثوں کو چھوڑ دو۔ يَشَآءُ کا مطلب ہے جسے چاہے، جس کے لئے راضی ہو جائے۔ فرمایا تم رضا پر نظر رکھو، یہ دیکھو کہ اللہ کے پیار اور رضا کی نظر تم پر پڑتی ہے۔ اگر وہ تم سے خوش ہے اور تم ہمیشہ اس کو خوش رکھنے کی کوشش کر رہے ہو تو پھر تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ ایک انسان بھی جس سے خوش ہو اس کی بہت سی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرتا ہے اور بالآخر نتیجہ اس کے حق میں ہی نکالتا ہے۔ مائیں اپنے بچوں سے خوش ہوں تو یہی کام کرتی ہیں حالانکہ دوسروں کو اُن میں لاکھ عیوب دکھائی دیں۔ اصل چیز خوشی ہے۔ اللہ خوش تو فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ کا مضمون، اللہ ناراض تو يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ کا مضمون۔ تو بہت مشکل رستہ دکھا کر، پانچ سو احکام کی باتیں فرما کر اور پیچ در پیچ راہوں سے گزار کر آخر پر پھر مضمون کو کتنا آسان کر دیا۔ فرمایا سیدھی بات تو یہی ہے کہ سب کچھ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر ہو۔ تم یہ دیکھو کہ تمہارے اعمال سے اللہ ناراض نہ ہو اور اس بات کا خیال ہمیشہ، ہر لمحہ دل میں جاگزیں رہے کہ خدا کے پیار کی نظریں تم پر پڑتی ہوں۔ اگر اللہ راضی تو سب کچھ راضی، سب جگ راضی، ساری زندگی اپنے اعلیٰ مقصد کو پہنچ گئی۔ اگر اللہ ناراض کر لیا تو پھر فرمایا اس سے کم تر خیال ہی وہ ٹھوکر کی جگہ ہے یعنی جن ٹھوکروں کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ کم تر خیال ہے یعنی اللہ کو راضی کرنے سے کم تر خیال کہ پوری طرح راضی نہ بھی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ کم تر خیال جو ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے اس سے تمہیں ضرور ٹھوکر ملے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے فرماتے ہیں یہ سب چیزیں کیسے حاصل ہوں گی ان چیزوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہمارے شامل حال ہیں اور یاد رکھیں ہم دعاؤں کی ہواؤں کے رخ پر چل رہے ہیں اس لئے اگر پھر بھی ہم نے ٹھوکر کھائی تو وہ حالات جو ہمارے لئے سازگار کئے گئے ہیں ان کے مخالف چل کر ٹھوکر کھائیں گے۔ فرماتے ہیں:

”میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہئے کہ ہمیشہ دعا میں لگے رہو۔“

کیونکہ سب فیصلے آسمان سے ہوتے ہیں۔ رضا بھی آسمان ہی سے اترتی ہے۔ اگر ہم دعاؤں سے کام

نہیں لیں گے اور اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے تو پھر کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

''نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا۔''

اب یاد رکھو کہ ہماری حفاظت کا سامان، ہمارے گھر کی حفاظت کا سامان اس بات سے وابستہ نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اس معیار کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے بچالے۔ ایک خاندان میں بے شمار لوگ ہوتے ہیں کمزور بھی اور طاقتور بھی مگر اللہ تعالیٰ کے احسان کا سلوک کتنا عظیم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کرے گا۔''

(الحکم جلد 7 نمبر 6 صفحہ:5، مؤرخہ 14 فروری 1903ء)

پس آپ کے گھر کی حفاظت کا سامان کتنا آسان ہوگیا ہے۔ پہلے یہ خیال ہوسکتا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اگر پوری طرح حفاظت کا حق دار نہ بنے گا تو مشکل اور تکلیف کے وقت برباد ہوسکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نظر رکھتا ہے اور اس نظر میں ایک بات شامل ہے جو یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر اپنے گھر کی حفاظت چاہتے ہیں اور پھر کمزوریاں ہیں تو پھر آپ کی وجہ سے وہ گھر بچایا جاسکتا ہے اور اگر کمزوریوں میں بے اختیاریاں ہیں اور بغاوت نہیں ہے تو پھر بچایا جائے گا۔ یہ ساری باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں مضمر ہیں مگر قرآن کریم کے وسیع مطالعہ سے نظر آنے لگ جاتی ہیں کہ یہ باتیں شامل حال ہیں۔ اب وہ عذاب جس نے نوحؑ کی قوم کو برباد کیا تھا حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی اس میں ہلاک ہوا ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی نیکیوں نے بیٹے کو کیوں نہ بچالیا جن کو بچایا ان سب میں کمزوریاں تھیں اور جس کو نہیں بچایا اس میں باغیانہ حالت تھی اور باغیانہ حالت کے متعلق پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ اس کو خدا قبول نہیں کرتا۔ پس تمام گھر والے جن کی آپ تربیت اس رنگ میں کر رہے ہوں کہ باوجود کمزوریوں کے ان میں باغیانہ حالت نہ ہو تمام ایسے گھر والے آپ کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔

اب چونکہ وقت ہوگیا ہے اور آگے میں نے سفر بھی کرنا ہے باقی باتیں پھر انشاء اللہ۔